[1996] سپریم کورٹ رپوٹس6.S.C.R

ازعدالت عظمی

شری متی ہیمی اور دیگر

بنام

شری متی ہیرا دیوی اور دیگر

25 ستمبر 1996

[این پی سنگھ اور ایس بی مجمدار، جسٹسز]

ہندو جانشینی ایکٹ، 1956:

دفعہ 14(1) اور (2)– ہندو خاتون کو جائیدادوں پر قبضہ کرنے کا محدود حق ہے جو رضامندی کی شرائط سے بہتا ہے جو کہ دیکھ بھال کے کسی بھی پہلے سے موجود حق کے اعتراف میں نہیں بنایا گیا ہے، جو دفعہ 14(2) کے تحت آتا ہے نہ کہ دفعہ 14(1) کے تحت– وہ دفعہ 14(1) توضیعات کی بنا پر مطلق مالک نہیں بنتی ہے۔

ایک "اے" زرعی زمینوں کا مالک تھا اور اس نے اپنی جائیدادوں کو اپنی دوسری بیوی "بی" اور پہلی بیوی "سی" کی بیٹی کے درمیان جائیدادوں کو مساوی طور پر تقسیم کیا۔

اے کا انتقال 25 جولائی 1946 کو ہوا۔ "سی" نے 5 مئی 1947 کو ایک دیوانی دعویٰ دائر کیا جس میں اس کی سوتیلی ماں (بی) کے نام پر جائیداد کی تبدیلی اور اس کے والد کی مرضی کے تحت میراث کے طور پر جائیدادوں میں اس کے آدھے حصے کے قبضے کو چیلنج کیا گیا۔

فریقین کے درمیان ایک سمجھوتہ طے پایا۔ مذکورہ سمجھوتے کے تحت "سی" نے "اے" کی مرضی کے مطابق "بی" کے آدھے حصے کی ملکیت کو تسلیم کیا۔

اس بات پر مزید اتفاق کیا گیا کہ اس کے والد کی مرضی کے تحت سی کے آدھے حصے پر مشتمل جائیدادیں اس کی زندگی کے دوران "بی" کے قبضے میں رہیں گی لیکن اس کی موت کے بعد "سی" کے وارث دعویٰ جائیداد کے قبضے میں داخل ہونے کے حقدار ہوں گے۔

اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ بی کی زندگی کے دوران دونوں فریقوں کو جائیداد متداعیہ پر مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔

"بی نے فرض کیا کہ وہ ایکٹ کی دفعہ 14(1) توضیعات کی وجہ سے جائیداد کی مکمل مالک بن گئی ہے اور 17 اپریل 1970 اور

26 اگست 1970 کو "ای" اور "ایف" کے حق میں دو گفٹ ڈیڈز کے ذریعے دعویٰ جائیداد عطیہ کیں۔ ان ہبہ نامہ کے تحت جائیدادوں میں اپنے آدھے حصے کے علاوہ جس کے لیے کوئی تنازعہ نہیں تھا، اس نے جائیدادوں کا باقی آدھا حصہ تحفے میں دے دیا جو رضامندی کے حکم نامے کے مطابق "سی" سے تعلق رکھتا تھا اور کون سا آدھا اس کے پاس اپنی زندگی کے دوران تھا۔

عطیہ کرنے والوں نے جائیداد پر قبضہ کرلیا، بی کا انتقال 4 ستمبر 1971 کو ہوا۔

سی کے وارثوں نے عطیہ دہندگان کے خلاف مقدمہ دائر کیا جس میں کہا گیا کہ متعلقہ عطیہ دہندگان کو "بی" کے ذریعے غیر قانونی طور پر جائیداد عطیہ کی گئی تھی۔

ٹرائل عدالت نے اپیل گزاروں کے حق میں قبضہ کرنے کے لیے ایک فرمان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ وہ سی کے وارث ہیں اور مدعا علیہان کو وصیت کو چیلنج کرنے سے روک دیا گیا ہے کیونکہ وہ وصیت کی صداقت اور مقدمے کی جائیدادوں میں سی کے آدھے حصے سے متعلق بی کے ذریعے کیے گئے اعتراف کے پابند تھے۔

ٹرائل جج نے مزید کہا کہ بی کے پاس یہ جائیدادیں محدود مالک کے طور پر ہیں کیونکہ اس کا حق 1947 میں منظور شدہ رضامندی کے حکم نامے سے آتا ہے، اور اس لیے اس کے پاس ایک محدود جائیداد ہے جو ایکٹ کی دفعہ 14(2) توضیعات کی وجہ سے مکمل ملکیت میں توسیع کرنے کے قابل نہیں ہے۔

پہلی اپیلیٹ عدالت نے ٹرائل عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کو مسترد کر دیا۔

عدالت عالیہ کے ایک واحد جج نے دوسری اپیل کو یہ کہتے ہوئے منظور کرلیا کہ عطیہ دہندہ تیسرا فریق تھا اور وہ وصیت کو مسترد کرنے کا دعوی کر رہا تھا اور چونکہ مذکورہ وصیت فریقین کے درمیان ثابت نہیں ہوئی تھی اور وصیت کی صداقت کے حوالے سے "بی" کا اعتراف "ای" پر پابند نہیں تھا۔ انجام دیا۔ اپیل گزاروں نے خصوصی اجازت کے ذریعے موجودہ اپیل کو ترجیح دی ہے۔

اپیل گزاروں نے دعوی کیا کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بیٹی کے درمیان 6 نومبر 1947 کا سمجھوتہ فرمان پہلی بار "بی" کو سوٹ کی زمینوں کے قبضے میں رہنے کا حق دیتا ہے جو "سی" سے تعلق رکھتی ہیں۔ لہذا، رضامندی کے حکم نامے نے سی کی زمین کے قبضے میں رہنے کے لیے بی کے حق میں ایک نیا حق پیدا کیا اور اس کے نتیجے میں ایکٹ کی دفعہ 14(2) لاگو ہوئی، نہ کہ دفعہ 14(1)۔

جواب دہندگان نے دعوی کیا کہ وہ رضامندی کے حکم نامے میں فریق نہیں تھے اور چونکہ وصیت قانونی طور پر ریکارڈ پر ثابت نہیں ہوئی تھی اس لیے "سی" کے حق میں دائر مقدمے کی جائیداد میں کوئی حق نہیں تھا۔

یہ مزید دعوی کیا گیا کہ ایکٹ کی دفعہ 14(1) کے عمل میں آنے دعویٰ جائیداد بی کے پاس تھیں اور محدود مالک کے طور پر اس کا قبضہ مکمل ملکیت میں بدل گیا۔

اپیل کی اجازت دیتے ہوئے، یہ عدالت

منعقد .1.1 سی کے ذریعے دائر کیے گئے مقدمے سے سمجھوتہ کیا گیا اور "بی" نے مقدمے کی جائیدادوں میں "سی" کے حق، لقب اور مفاد کو قبول کیا جو اس کے والد کی مرضی سے ایک آدھے حصے کی حد تک بہتا ہے اور وہ اپنی زندگی کے دوران جائیدادوں کے آدھے حصے کے قبضے میں رہنے پر راضی ہوگئی اور اس کی موت پر "سی" یا اس کا وارث ان جائیدادوں پر مکمل مالک کی حیثیت سے قبضہ کرنے کا حقدار ہوگا۔ یہ محدود حق کسی پہلے سے موجود یا سابقہ حق کے بدلے میں نہیں بنایا گیا تھا اور یہ حق پہلی بار "سی" کے ذریعے "بی" کو دیا گیا تھا۔[863–جی–ایچ]

.1.2 موجودہ کیس کے حقائق پر صرف دفعہ 14(2) لاگو ہوگی نہ کہ دفعہ 14(1)۔[864–اے]

وڈ ڈابوئینا تلسمما اور دیگر بنام وڈ ڈے بوئینا سیشا ریڈی (مردہ) بذریعہ ایل آر ایس ایئر (1977) ایس سی 1944، قابل اطلاق قرار دیا گیا۔

'B'.2۔ جائیداد کی مکمل مالک نہیں تھی اور اسے دولت کے حق میں جائیداد تحفے میں دینے کا کوئی حق نہیں تھا۔ عطیہ دہندگان جائیدادوں میں عطیہ دہندہ کے پاس جو کچھ تھا اس سے بہتر کسی حق کا دعوی نہیں کر سکتے اور بی عطیہ دہندگان کو جائیدادوں کا کوئی حق نہیں دے سکتا تھا۔[864D]

دیوانی اپیل کا عدالتی حد اختیار 1989: کی دیوانی اپیل نمبر 4845۔

1978 کے آر ایس اے نمبر 18 میں ہماچل پردیش عدالت عالیہ کے 5.8.88 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل گزاروں کے لیے جان جسٹس زاویری اور ہریش جسٹس جھاویری

جواب دہندگان کے لیے امبریش کمار

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

ایس۔ بی۔ مجمدار، جسٹس۔ اپیل کنندگان جو بائی لچھو کے وارث ہیں، وہ اصل مدعی ہیں جن کے مدعا علیہ کے خلاف قبضہ کے لیے مقدمہ جو

ڈونر بائی اٹی کے بذریعے دعوی کی جانے والی زرعی زمینوں کا دعوی کرتا ہے،ٹرائل کورٹ کے بذریعے فیصلہ دیا گیااور جس فرمان کی ضلع عدالت نے تصدیق کی لیکن جو دوسری اپیل میں عدالت عالیہ کے سامنے ہار گیااور اس کے نتیجسٹس میں ان کے قبضے کے مقدمے کو عدالت عالیہ نے مسترد کر دیا۔

انڈیا کا آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت اپیل کرنے کے لیے خصوصی اجازت کے ذریعے موجودہ کارروائی کی طرف لے جانے والے کچھ متعلقہ حقائق کو شروع میں نوٹ کیا جا سکتا ہے۔دعویٰ کی زمین اصل میں کسی بالی رام کی تھی۔سعید بالی رام نے اپنی جائیدادوں کی وصیت کی جس میں اس کی دوسری بیوی بائی اٹی اور اس کی پہلی بیوی کی بیٹی کے درمیان سوٹ کی جائیدادوں کو مساوی طور پر تقسیم کیا گیا جس کے بذریعے عرضی گزار دعوی کرتے ہیں۔بالی رام کی مذکورہ وصیت کے تحت وارث اس کی دوسری بیوی اور پہلی بیوی سے اس کی بیٹی تھی جو بالترتیب سوتیلی ماں اور سوتیلی بیٹی تھی۔

سعید بالی رام کا انتقال 25 جولائی 1946 کو ہوا۔اس کے بعد لچھو نے اپنے والد بالی رام کی وصیت کی بنیاد پر جائیدادوں میں اپنے آدھے حصے کا دعوی کرتے ہوئے 5 مئی 1947 کو اپنی سوتیلی ماں اٹی کے خلاف سول مقدمہ دائر کیا جس میں اس کے نام پر جائیدادوں کی تبدیلی کو چیلنج کیا گیا اور وصیت کے تحت اپنے حقوق کو نافذ کرنے اور اپنے والد کی وصیت کے تحت میراث کے طور پر جائیدادوں میں اپنے آدھے حصے پر قبضہ کرنے کے لیے۔سوتیلی بیٹی مدعی بائی لچھو اور سوتیلی ماں بائی اٹی کے درمیان مذکورہ مقدمے میں 6 نومبر 1947 کو ایک سمجھوتہ طے پایا۔مذکورہ سمجھوتے کے تحت مدعا علیہ کی سوتیلی ماں نے بالی رام کی مرضی کے مطابق مقدمے کی جائیدادوں میں مدعی بائی لچھو کے آدھے حصے کی ملکیت کو تسلیم کیا۔دوسری طرف مدعی بائی لچھو نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کے والد کی وصیت کے تحت آدھے حصے پر مشتمل اس کی جائیدادیں اس کی زندگی بھر بائی اٹی کے قبضے میں رہ سکتی ہیں لیکن بائی اٹی کی موت کے بعد، مدعی بائی لچھو یا اس کے وارث سوٹ کی جائیدادوں پر قبضہ کرنے کے حقدار ہوں گے۔فریقین کے درمیان اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ مدعی کی سوتیلی ماں بائی اٹی کی زندگی کے دوران دونوں فریقوں کو مقدمے کی جائیدادوں میں مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔اس کے مطابق رضامندی کا فرمان منظور کیا گیا۔ہم کچھ دیر بعد رضامندی کے فرمان کی متعلقہ شرائط کا حوالہ دیں گے تاکہ ان واقعات کی داستان کو دوبارہ شروع کیا جا سکے جنہیں بائی اٹی کو اپنی زندگی کے دوران ان جائیدادوں کے قبضے میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی جنہیں مذکورہ سمجھوتہ فرمان کے مطابق بائی لچھو سے تعلق رکھنے کے لیے قبول کیا گیا تھا، یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ ان جائیدادوں کی مکمل مالک بن گئی تھی جنہیں غالبا ہندو جانشینی ایکٹ کی دفعہ 14 ذیلی دفعہ (1) کی وجہ سے اپنی زندگی کے دوران اس کے قبضے میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔ 1956 (جسے اس کے بعد ایکٹ کہا گیا ہے) نے بالترتیب ایک بیلورام اور ایک بدھو کے حق میں 17 اپریل 1970 اور 26 اگست 1970 کے دو گفٹ ڈیڈز کے ذریعے سوٹ کی جائیدادیں عطیہ کیں۔ان ہبہ نامہ کے تحت اس طرح جائیدادوں میں اپنے آدھے حصے کے علاوہ جس کے لیے کوئی تنازعہ نہیں تھا، اس نے جائیدادوں کا باقی آدھا حصہ بھی تحفے میں دیا جو بائی لچھو کا تھا اور جو آدھا حصہ رضامندی کے حکم نامے کے مطابق اس کی زندگی کے دوران اس کے پاس تھا۔اس کے مطابق متعلقہ افراد نے ان جائیدادوں پر قبضہ کر لیا۔اس کے بعد 4 ستمبر 1971 کو بائی اٹی کا انتقال ہو گیا۔بائی لچھو کے وارثوں کے طور پر اپیل کنندگان نے 20 جنوری 1972 کو دونوں دینوں بیلورام اور بدھو کے خلاف ایک سول مقدمہ دائر کیا جس میں دعوی کیا گیا کہ ان جائیدادوں پر قبضہ ہے جو اپیل کنندگان کے مطابق لچھو کی ہیں اور جو اتی نے غیر قانونی طور پر متعلقہ دینیوں کو عطیہ کی تھیں۔ٹرائل جج نے فریقین کو سننے کے بعد 6 ستمبر 1976 کو اپیل گزاروں کے حق میں قبضہ کرنے کا حکم نامہ منظور کیا، جس میں قابل گیا کہ وہ بائی لچھو کے وارث ہیں اور مدعا علیہان

کو وصیت کو چیلنج کرنے سے روک دیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے بائی اٹی کے تحت اپنے حقوق کا دعوی کیا تھا اور وہ بائی اٹی کے ذریعے وصیت کی صداقت اور حق، حق اور سود کے حوالے سے کیے گئے اعتراف کے پابند تھے۔ لرنڈ ٹرائل جج نے یہ بھی فیصلہ دیا کہ بائی اٹی، جو ایکٹ کے نافذ ہونے پر ان جائیدادوں کی مالک تھی، ان کے پاس محدود مالک کے طور پر موجود تھی لیکن ان جائیدادوں میں پہلے سے موجود کسی حق کی وجہ سے نہیں تھی اور یہ کہ اس کا حق 1947 میں منظور کیے گئے سمجھوتہ فرمان سے بہتا تھا اور اس کے نتیجے میں اس کے پاس ایک محدود جائیداد تھی جو ایکٹ کی دفعہ 14 ذیلی دفعہ (2) توضیعات کی وجہ سے مکمل ملکیت میں توسیع کرنے کے قابل نہیں تھی۔ متاثرہ مدعا علیہ کے مذکورہ فرمان کے خلاف پیش کی قابل اپیل کو 19 نومبر 1979 کو پہلی اپیلٹ عدالت نے مسترد کر دیا۔ اس کے بعد متاثرہ مدعا علیہ نے عدالت عالیہ کے سامنے دوسری اپیل میں معاملہ اٹھایا۔ عدالت عالیہ کے ایک فاضل واحد جج نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ چونکہ مدعا علیہ بدھو تیسرا فریق اور اجنبی تھا اور جیسا کہ دعوی کر رہا تھا کہ بالی رام کی مرضی تھی اور جیسا کہ مذکورہ وصیت فریقین کے درمیان قانونی چارہ جوئی میں ثابت نہیں ہوئی تھی اور چونکہ رضامندی کے فرمان میں وصیت کی صداقت کے بارے میں بائی اٹی کا اعتراف بدھو پر پابند نہیں تھا لہذا اپیل گزاروں کا مقدمہ خارج ہونے کے قابل تھا اور اسی کے مطابق عدالت عالیہ کے فاضل جج نے دوسری اپیل کی اجازت دی اور اپیل گزاروں کے مقدمے کو مسترد کر دیا، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ عدالت عالیہ کے مذکورہ فیصلے اور فرمان کو اس اپیل میں غیر مطمئن مدعیوں کے ذریعے چیلنج کیا گیا ہے۔

اپیل گزاروں کے فاضل وکیل نے زور دے کر دعوی کیا کہ ایک طرف اپیل گزاروں کے مفاد میں پیشرو سوتیلی بیٹی بائی لچھو اور مدمقابل جواب دہندگان کے مفاد میں پیشرو، اس کی سوتیلی ماں بائی اٹی کے درمیان سمجھوتہ فرمان کی تاریخ 6 نومبر 1947 نے پہلی بار بائی اٹی کو بائی لچھو سے تعلق رکھنے والی سوٹ کی زمینوں پر قبضہ رکھنے کا حق دیا۔ یہ کہ بائی اٹی کو زندگی کا سود دینے والے مذکورہ رضامندی کے حکم نامے میں جائیدادوں میں دیکھ بھال کے لیے بائی اٹی کے پہلے سے موجود کسی حق کو تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ سوتیلی بیٹی سوتیلی ماں کو برقرار رکھنے کی پابند نہیں تھی۔ لہذا، رضامندی کے فرمان کے ذریعے تسلیم شدہ فریقین کے درمیان انتظامات نے بائی اٹی کے حق میں ایک نیا حق پیدا کیا کہ وہ صرف فرمان کے مطابق اپنی زندگی کے دوران مدعی کی زمینوں کے قبضے میں رہیں اور اس کے نتیجے میں ایکٹ کی دفعہ 14 ذیلی دفعہ (2) لاگو ہوتی ہے نہ کہ دفعہ 14 ذیلی دفعہ (1)۔ اس کے بعد یہ دعوی کیا گیا کہ عدالت عالیہ نے یہ فیصلہ دیتے ہوئے مکمل طور پر غلطی کی ہے کہ بائی اٹی کی طرف سے رضامندی کے فرمان میں موجود اعترافات ان جواب دہندگان پر پابند نہیں تھے جو مذکورہ حکم نامے کے اجنبی تھے۔ لہذا، یہ دعوی کیا گیا کہ عدالت عالیہ نے ٹرائل عدالت کے فرمان میں مداخلت کر کے قانون میں واضح طور پر غلطی کی ہے جس کی پہلی اپیلٹ عدالت نے صحیح تصدیق کی ہے۔

دوسری طرف جواب دہندگان کے فاضل وکیل نے پیش کیا کہ تسلیم شدہ طور پر مقابلہ کرنے والے جواب دہندگان سمجھوتہ فرمان کے فریق نہیں تھے۔ یہ کہ اگرچہ سمجھوتہ فرمان میں بائی لچھو کے حقوق کو اس کے والد کی وصیت کے تحت تسلیم کیا گیا تھا کیونکہ وصیت قانونی طور پر ریکارڈ پر ثابت نہیں ہوئی تھی، بائی لچھو کے حق میں دائر مقدمے کی جائیدادوں میں کوئی حق نہیں تھا اور اس کے نتیجے میں اپیل کنندگان بھی اس کے وارث کے طور پر مقدمے کی جائیدادوں میں کسی بھی دلچسپی کا دعوی نہیں کر سکتے۔ یہ کہ ایکٹ کی دفعہ 14 (1) کے عمل میں آنے پر سوٹ کی جائیدادیں بائی اٹی کے پاس تھیں اور اس لیے، محدود مالک کے طور پر اس کا قبضہ دفعہ 14 (1) کے مطابق مکمل ملکیت میں پختہ ہو گیا اور اس کے نتیجے میں عدالت عالیہ نے سوٹ کو صحیح طور پر مسترد کر دیا۔

ان حریف تنازعات پر اپنی بے چینی سے غور کرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ عدالت عالیہ نے قبضے کے حکم نامے کو خراب کرنے میں جائز نہیں تھا جیسا کہ ٹرائل عدالت نے منظور کیا تھا اور جس کی تصدیق پہلی اپیلیٹ عدالت نے کی تھی۔ اس نتیجے پر پہنچنے کی وجہ واضح ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بائی لچھو کی طرف سے بائی اٹی کے خلاف سوتیلی بیٹی کی طرف سے دائر کیے گئے مقدمے میں بالی رام کی وصیت جس میں وصیت کرنے والے کی جائیدادوں میں آدھا حصہ اپنی بیٹی بائی لچھو کے حق میں دیا گیا تھا، شدید متنازعہ تھی۔ لیکن یہ تنازعہ حل ہوگیا اور بائی اٹی نے اپنے والد کی مرضی سے آنے والی دعویٰ جائیداد میں بائی لچھو کے حق، لقب اور مفاد کو سمجھوتے کے ذریعے قبول کرلیا۔ جب ہم 6 نومبر 1947 کی رضامندی کی شرائط کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں بائی اٹی کی طرف سے درج ذیل واضح تقاریر نظر آتی ہیں جو دعویٰ کی جائیدادوں میں بائی لچھو کے حق، لقب اور مفاد کو تسلیم کرتی ہیں :

"مدعا علیہ نمبر 1 بائی اٹی نے باقی زمینوں میں مدعی کے حق میں آدھے حصے، حق اور سود کے حوالے سے، مدعی کے والد بالی کی طرف سے 20 مارچ 1946 کو بنائی گئی وصیت کو قبول کرلیا ہے۔ جہاں تک بقیہ نصف زمینوں کا تعلق ہے، اس کا حق، حق اور سود مدعا علیہ نمبر 1 میں مضمر ہے۔ مدعی اور مدعا علیہ نمبر 1 دونوں کو ان زمینوں میں مساوی حق، لقب اور مفاد حاصل ہے۔ تاہم، قبضہ مدعا علیہ نمبر 1 کے پاس رہے گا اور یہ کہ اس کی موت کے بعد مدعی اس کا قبضہ لینے کا حقدار ہوگا، بشرطیکہ وہ زندہ ہو اور اگر وہ زندہ نہیں ہے تو اس کے وارث قبضہ کرنے کے حقدار ہوں گے۔ مدعی اور مدعا علیہ نمبر 1 کے درمیان ہونے والے اس سمجھوتے کی شرائط کے مطابق حکم نامہ منظور کیا جاسکتا ہے، اور کیس فائل کو ریکارڈ روم میں بھیج دیا جائے گا۔

این۔ بی: مدعا علیہ نمبر 1 کی زندگی کے دوران، مدعی قبضہ کرنے کا حقدار نہیں ہوگا۔"

سمجھوتے کے فرمان میں ان واضح تلاوتوں کے پیش نظر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ بائی اٹی جو اس مقدمے میں مدعا علیہ نمبر 1 تھی، نے مدعی بائی لچھو کے حق، حق اور مفاد کو تسلیم کیا، اس کی سوتیلی بیٹی نے مقدمے کی جائیدادوں میں آدھے حصے کی حد تک اور وہ صرف اپنی زندگی کے دوران جائیدادوں کے قبضے میں رہنے پر راضی ہوگئی اور یہ واضح طور پر فراہم کیا گیا کہ اس کی موت پر مدعی بائی لچھو یا اس کے وارث ان جائیدادوں پر قبضہ کرنے کے حقدار ہوں گے۔ اس طرح مدعی بائی لچھو کی جائیدادوں میں مقدمہ کی جائیدادوں پر قبضہ کرنے کا صرف ایک محدود حق اس کی سوتیلی ماں بائی اٹی کے حق میں مؤخر الذکر کی زندگی کے دوران بنایا گیا تھا۔ یہ واضح ہے کہ یہ زندگی کا مفاد بائی اٹی کے کسی بھی پہلے سے موجود یا سابقہ حق کے بدلے میں نہیں بنایا گیا تھا جسے مدعی بائی لچھو، اس کی سوتیلی بیٹی نے برقرار رکھا تھا۔ سوتیلی بیٹی قانون کی کسی بھی توضیعات تحت اپنی سوتیلی ماں کی دیکھ بھال کرنے کی پابند نہیں تھی۔ نہ ہی ان جائیدادوں پر سوتیلی ماں بائی اٹی کا کوئی پہلے سے موجود قانونی حق تھا۔ اس کے باوجود بائی اٹی کو مدعی بائی لچھو کی جائیداد کے قبضے میں رہنے کی اجازت دی گئی جو خالصتاً فریقین کے درمیان تنازعہ کو حل کرنے کے لیے ایک رعایت کے طور پر تھی۔ اس طرح اس کی زندگی کے دوران دعویٰ کی جائیدادوں کے قبضے میں رہنے کا حق پہلی بار بائی اٹی کو دیا گیا، سوتیلی ماں اس کی سوتیلی بیٹی بائی لچھو نے، جو اس دعویٰ میں مدعی تھی۔ ان رضامندی کی شرائط سے بائی اٹی نے مدعی بائی لچھو کے حق کو بھی تسلیم کیا جو اس کے والد کی وصیت سے نکلتا ہے۔ بائی اٹی کے حق میں رضامندی کی شرائط سے بہنے والا یہ لائف انٹرسٹ، اس لیے، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے دیکھ بھال کے کسی پہلے سے موجود حق کے اعتراف میں بنایا گیا ہے۔ نتیجتاً دفعہ 14 ذیلی دفعہ (1) کو موجودہ کیس کے حقائق کی طرف راغب نہیں کیا جاسکا اور یہ صرف دفعہ 14 ذیلی دفعہ (2) ہے جس کا اطلاق ہوتا ہے۔ دفعہ 14 اپنے ذیلی حصوں کے ساتھ درج ذیل پڑھتی ہے :

"14.(1) کوئی بھی جائیداد جو کسی خاتون ہندو کے پاس ہو، چاہے وہ اس ایکٹ کے آغاز سے پہلے یا بعد میں حاصل کی گئی ہو، وہ اس کی مکمل مالک کے طور پر ہوگی نہ کہ محدود مالک کے طور پر۔

وضاحت۔اس ذیلی دفعہ میں،" جائیداد" میں ایسی متحرک اور غیر منقولہ جائیداد بھی شامل ہے جو کسی ہندو خاتون نے وراثت یا منصوبہ، یا تقسیم کے وقت، یا دیکھ بھال یا دیکھ بھال کے بقایاجات کے بدلے یا کسی شخص سے تحفے کے ذریعے حاصل کی ہو، چاہے وہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو، اس کی شادی سے پہلے، اس وقت یا اس کے بعد، یا اس کی اپنی مہارت یا محنت سے، یا خریداری کے ذریعے یا نسخے کے ذریعے، یا کسی بھی دوسرے طریقے سے، اور ایسی کوئی جائیداد بھی جو اس ایکٹ کے آغاز سے فوراً پہلے اس کے پاس سٹریدھنا کے طور پر موجود ہو۔

(2) ذیلی دفعہ(1) میں موجود کسی بھی چیز کا اطلاق کسی ایسی جائیداد پر نہیں ہوگا جو تحفے کے ذریعے یا کسی وصیت یا کسی دوسرے دستاویز کے تحت یا کسی سول عدالت کے فرمان یا حکم کے تحت یا کسی ایوارڈ کے تحت حاصل کی گئی ہو جہاں تحفہ، وصیت یا دیگر دستاویز یا فرمان، حکم یا ایوارڈ کی شرائط ایسی جائیداد میں محدود جائیداد کا تعین کرتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ درست ہے جیسا کہ اس عدالت نے ایل آر ایس اے آئی آر(1977) ایس سی 1944 کے ذریعے وڈی بوینا تلسمما اور دیگر بنام وڈی بوینا سیشا ریڈی (مردہ) کے معاملے میں فیصلہ کیا ہے کہ ہندو جانشینی ایکٹ کی دفعہ 14 کی ذیلی دفعہ(2) دفعہ 14 کی ذیلی دفعہ(1) کی شرط ہے۔لیکن دفعہ 14 ذیلی دفعہ(1) صرف اس صورت میں لاگو ہوگی جب جائیداد خاتون ہندو کے ذریعے دیکھ بھال کے بدلے یا کسی پہلے سے موجود حق کی بنا پر حاصل کی گئی ہو۔بھگوتی، جسٹس (جیسا کہ وہ اس وقت تھے) نے اپنی طرف سے بات کرتے ہوئے اور اے سی گپتا، جسٹس نے مذکورہ فیصلے میں رپورٹ کے پیراگراف 3 اور 4 میں اس سلسلے میں درج ذیل متعلقہ مشاہدات کیے ہیں :

"دفعہ 14 کی ذیلی دفعہ(1) اپنے طول وعرض میں بڑی ہے اور اس میں ایک خاتون ہندو کے ذریعے ہر قسم کی جائیداد کے حصول کا احاطہ کیا گیا ہے جس میں دیکھ بھال کے بدلے حصول بھی شامل ہے اور جہاں ایسی جائیداد ایکٹ کے آغاز کی تاریخ پر اس کے پاس تھی یا بعد میں اسے حاصل کیا گیا تھا اور اس پر قبضہ کیا گیا تھا، وہ جائیداد کی مکمل مالک بن جائے گی۔ذیلی دفعہ(2) شق کی نوعیت میں زیادہ ہے یا ذیلی دفعہ(1) سے مستثنی ہے۔اس کے علاوہ ذیلی دفعہ(1) کے عمل سے ہندو عورت کے ذریعہ جائیداد کے حصول کی کچھ اقسام اور اس شق سے مستثنی ہونے کی نوعیت کے ہونے کی وجہ سے جس کا حساب ہندو معاشرے میں عورت کی سماجی اور معاشی حیثیت میں تبدیلی لاکر سماجی مقصد کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے، اس کی سختی سے تشریح کی جانی چاہیے تاکہ ذیلی دفعہ(1) میں موجود بہتری کے التزام کے وسیع پیمانے پر کم سے کم اثر ڈالا جا سکے، اس کی تشریح اس انداز سے نہیں کی جاسکتی جو ذیلی دفعہ(1) سے اس کی افادیت کو چھین لے اور کسی ہندو عورت کو ذیلی دفعہ(1) کے ذریعے اس تحفظ سے محروم کردے۔

اس لیے ذیلی دفعہ(2) کو ذیلی دفعہ(1) کے تناظر میں پڑھا جانا چاہیے تاکہ ذیلی دفعہ(1) پر عمل درآمد کے لیے زیادہ سے زیادہ گنجائش

چھوڑی جا سکے اور اس طرح پڑھا جائے، یہ ان معاملات تک محدود ہونا چاہیے جہاں جائیداد کسی خاتون ہندو کے ذریعے پہلی بار کسی پہلے سے موجود حق کے بغیر گرانٹ کے طور پر حاصل کی گئی ہو، کسی تحفے، وصیت، دستاویز، فرمان، حکم یا ایوارڈ کے تحت، جس کی شرائط جائیداد میں محدود جائیداد کا تعین کرتی ہیں۔ تاہم، جہاں کسی ہندو عورت کے ذریعہ کسی تقسیم پر یا دیکھ بھال کے حق کے بدلے جائیداد حاصل کی جاتی ہے، وہ پہلے سے موجود حق کی وجہ سے ہے اور ایسا حصول ذیلی دفعہ (2) کے دائرہ کار اور دائرہ کار میں نہیں ہوگا، چاہے جائیداد کو الاٹ کرنے والا دستاویز، فرمان، حکم یا ایوارڈ جائیداد میں محدود جائیداد کا تعین کرے۔

مذکورہ بالا طے شدہ قانونی حیثیت کو موجودہ کیس کے حقائق پر لاگو کرتے ہوئے یہ ماننا ضروری ہے کہ سمجھوتے کے حکم نامے نے پہلی بار بائی اٹی کے حق میں صرف اس کی زندگی کے دوران بائی لچھو سے تعلق رکھنے والی جائیداد کے قبضے میں رہنے کا حق پیدا کیا اور چونکہ یہ حق پہلی بار رضامندی کے حکم نامے کے تحت دیا گیا تھا اور بائی اٹی کے بائی لچھو کی جائیداد میں پہلے سے موجود کسی حق کے بدلے میں نہیں تھا۔ دفعہ 14 ذیلی دفعہ (2) کیس کے حقائق پر لاگو ہوتی ہے نہ کہ دفعہ 14 ذیلی دفعہ (1)۔ اس بات کی تعریف کرنا مشکل ہے کہ کس طرح عدالت عالیہ نے خود کو یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ چونکہ وصیت ریکارڈ پر ثابت نہیں ہوئی تھی اور چونکہ عطیہ دہندہ بائی اٹی سے دعویٰ کی جائیدادوں کا دعوی کرنے والے رضامندی کے حکم نامے کے لیے اجنبی تھے، وہ رضامندی کے حکم نامے میں بائی اٹی کے داخلے کے پابند نہیں تھے۔ یہ واضح ہے کہ یہاں مقابلہ کرنے والے جواب دہندگان جو جائیدادوں کے مالک تھے، سوٹ کی جائیدادوں پر اس سے بہتر حق کا دعوی نہیں کر سکتے تھے جو عطیہ دہندہ بائی اٹی کو دستیاب تھا۔ اگر بائی اٹی جائیدادوں کی مکمل مالک نہیں تھیں تو انہیں مدعا علیہان کے حق میں ان جائیدادوں کو تحفے میں دینے کا کوئی حق نہیں تھا۔ انہیں رضامندی کے حکم نامے کے لیے اجنبی نہیں کہا جا سکتا، اس کے برعکس، وہ رضامندی کے حکم نامے کے فریقین میں سے ایک کے بذریعے دعوی کر رہے تھے، یعنی بائی اٹی۔ رضامندی کے فرمان سے آنے والی ذمہ داریاں اور جو عطیہ دہندہ بائی اٹی کے لیے پابند تھیں، لازمی طور پر عطیہ دہندگان، یعنی بائی اٹی کی جاگہ میں قدم رکھنے والے جواب دہندگان کو پابند کریں گی۔ وہ اس سے بہتر حق کا دعوی نہیں کر سکتے جو عطیہ دہندہ کے پاس جائیدادوں میں تھا۔ ایک بار جب یہ مانا جاتا ہے کہ بائی اٹی ان جائیدادوں کی مالک نہیں تھی اور اسے اپنی زندگی کے دوران جائیدادوں پر قبضہ کرنے کا صرف ذاتی حق حاصل تھا، تو وہ جائیدادوں کا کوئی حق عطیوں کو نہیں دے سکتی تھی۔ اس بات کی تعریف کرنا بھی اتنا ہی مشکل ہے کہ کس طرح عدالت عالیہ کا فاضل واحد جج یہ قرار دے سکتا ہے کہ مدعا علیہان کے لقب میں پیشرو کا داخلہ جواب دہندگان پر پابند نہیں تھا۔ لہٰذا، ان تمام وجوہات کی بناء پر، یہ ماننا ضروری ہے کہ عدالت عالیہ قبضے کے حکم نامے میں مداخلت کرنے میں غلطی کر رہی تھی جیسا کہ ٹرائل عدالت نے منظور کیا تھا اور جیسا کہ فرسٹ اپیلیٹ عدالت نے تصدیق کی ہے کہ ایکٹ کی دفعہ 14 ذیلی دفعہ (2) موجودہ کیس کے حقائق پر لاگو نہیں تھی اور بائی اٹی مذکورہ شق کے مطابق سوٹ پراپرٹیز کی مکمل مالک بن گئی تھیں۔

نتیجے میں یہ اپیل کامیاب ہوجاتی ہے اور اس کی اجازت دی جاتی ہے۔ 5 اگست 1988 کے 1978 کے آر ایس اے نمبر 18 میں عدالت عالیہ کے فیصلے اور فرمان کو کالعدم قرار دیا گیا ہے، اس کے بجائے 6 ستمبر 1976 کو سینئر سب جج، کولو کے ذریعے مدعیوں کے حق میں منظور قابل حکم نامہ اور 19 نومبر 1977 کو دیوانی اپیل نمبر 50 آف 1976 میں ایڈیشنل ضلعی جج، منڈی، ہماچل پردیش کے ذریعے تصدیق شدہ حکم نامہ بحال قابل ہے۔ مقدمہ کے حقائق اور حالات میں اخراجات کے حوالے سے کوئی حکم نہیں ہوگا۔

ایس۔ایس۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.07.15 13:17
I am the author of this document